Research Journal
Tahqeeqat
جلد:4، شمارہ:4، 2025ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

تلوک چند محروم کی نظموں کا تنقیدی مطالعہ

Criticle Study of Tilok Chand's Poems

Dr. Fareed Hussaini
Assistant Professor Department of Urdu, University of Chakwal, Chakwal.
Misbah Farooq
C.T.I Urdu, Govt. Associate College ForWomen, Bhon,Chakwal

ڈاکٹر فرید حسینی
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف چکوال، چکوال
مصباح فاروق
سی ٹی آئی اردو، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج برائے خواتین، بھون، چکوال

Abstract

"In the last quarter of the 19th century, urdu poetry adopted western patteren from anjuman punjab's platform. Muhammad Hussain Azad and Khawaja Altaf Hussain Hali urged the urdu poets to use their expertise in natural poetry. Both the artists set the examples in their very first poems, titled as "Abr-e-Karam" and "Barkha Rut" respectively. Soon after, Ismail Meeritee, Shouq Qidwai etc produced beautiful poems in this regard. 20th century, indeed, is an era of modern poetry where Allama Iqbal put placed it on the high pedestal. Tilok Chand was far from literary centres but his artistic avenue and commitment made him an important poet of modern Nazam. His art potray the common man's feelings and collective issues of that time. He as poet, showed concern and resistance on various political affairs of British rule. He also focused on children's literature and produced valuable work. His art has the reflection of his society. The art that contains some objectives. Though the progressive movement started in mid thirtees but Tilok Chand's poetry highlighted the suffering of humanity even at the start of his professional career. It is very difficult for an artist to represent the contemporary issues in his art beside maintaining the true spirit of creativity but Mehroom did this successfully. In this article efforts have been made to explore Tilok's poetic Place, with regard to his poems."

Keywords: *Tilok Chand, Poems, Colonial, Nature, Child, Iqbal, Akbar, Hindustan, Bahar*

کلیدی الفاظ: تلوک چند، نظمیں، نو آبادیاتی، فطرت، بچہ، اقبال، اکبر، ہندوستان، بہار

1876ء مئی میں انجمن اشاعت مطالبِ مفیدہ، پنجاب کے پلیٹ فارم سے محمد حسین آزاد کا لیکچر بعنوان "خیالات درباب نظم اور کلام کے موزوں کے "جدید اردو نظم کا وہ سنگِ میل ہے جہاں سے ایک نئے عہد کی شروعات ہوئی۔ مولانا حالی کی "برکھارت" اور آزاد کی "ابر کرم" اردو نظم کی گویا "دیوانِ ولی دکنی" ثابت ہوئیں۔ اسماعیل میرٹھی اور شوق قدوائی جیسے فنکاروں نے نووارد صنفِ سخن کے اسپ کو مہمیز دی۔ اگرچہ نظیر اکبر آبادی اس سے قبل پابند نظم میں فطرت نگاری کو جزوی طور پر پیش کر چکے تھے۔ مگر بطور موضوع یہ اولین کاوش تھی جس سے نظم کے ابعاد کو وسعت ملی۔ انجمن کے مشاعروں کے آغاز سے قریباً ایک دہائی بعد پنجاب کے دور دراز سرحدی گاؤں میں ایک بچہ پیدا ہوا جس نے آزاد اور حالی کی صدائے بازگشت پر لبیک کہا اور ان کے خواب کی عملی تصویر بن کر شاعری کے افق پر جلوہ افروز ہوئے، جن کا نامِ نامی تلوک چند اور

تخلص محروم تھا۔ شیخ عبدالقادر نے لکھا: "اپنے تخلص کی مناسبت سے دنیا کی بعض اور نعمتوں سے محروم ہوں تو اور بات ہے مگر خداداد لطف سخن اور موزوئی طبع سے انھیں حصہ وافر ملا ہے اور ان کلام خلعتِ قبول عام سے محروم نہیں رہا۔۔۔ ضلع میانوالی آپ کا مسکن ہے۔ اس جنگل میں خدا نے خودرو پھول پیدا کیا جس کی خوشبو دہلی اور لکھنؤ تک پھیلی۔"(1)

تلوک چند فطری شاعر تھے اور فنکارانہ جوہر ان کی طبیعت کا خاصا تھا۔ اسی لیے علمی و ادبی مراکز سے دوری اور مکانی بُعد ان کی سخن وری میں چنداں رکاوٹ نہ بنا۔ الفاظ کی برجستگی اور بندشوں کی چستی پر مستزاد وہ سوز ہے جو ان کو ذاتی زندگی میں دو سانحات کی صورت ملا۔ ایک جواں سال شریک حیات کی رحلت اور دوسرا معصوم بیٹی کی جدائی، ان صدمات کی ٹیس کی کھنک ان کے کلام میں ثبات کرتی ہے۔

جہد مسلسل کا سمبل، صادق جذبوں کا امین یہ تخلیق کار فن کی ابتدائی منزلوں پر ہی سقہ ادبی شخصیات سے داد تحسین وصول کرنے میں کامیاب ہوا۔ کلام میں ایسی شان اور زبان میں وہ دلآویزی پیدا کی کہ "لسان العصر" پکار اُٹھے۔

ہے داد کا مستحق کلام محروم　　　لفظوں کا جمال اور معانی کا ہجوم
ہے ان کا سخن مفید و دانش آموز　　　ان کی نظموں کی ہے بجا ملک میں دھوم

ان کی شاعری کا بغور جائزہ لیا جائے تو مندرجہ ذیل موضوعات باآسانی مل جاتے ہیں:

1۔ ذاتی و وطنی

2۔ فطری و عاشقانہ

3۔ قومی و ملی

4۔ بچوں کا ادب

پہلی بیوی کی ناگہانی مرگ اور دوسری شادی سے بیٹی (شکنتلا) کی بے وقت موت نے تلوک چند محروم کی شاعری کو بہت متاثر کیا۔ خصوصاً شکنتلا پر لکھی گئی نظمیں سوز و گداز سے مملو ہیں۔ خالص ذاتی واقعہ کو تخلیقی تجربے میں ڈھال کر انھوں نے فن کی اثر پذیری کے ثبوت دیے ہیں۔ دورانِ قرأت قاری غیر محسوس انداز میں شاعر کے غم میں شریک ہو جاتا ہے۔

ان کا اولین مجموعہ "کلامِ محروم" کے نام سے 1916ء میں ڈیرہ اسماعیل خان سے شائع ہوا جہاں وہ بطور انگریزی کے استاد تعینات تھے۔ بعد ازاں اسی عنوان سے حصہ دوم اور سوم بالترتیب 1920ء اور 1923ء میں چھپے۔ دوسرے حصے میں قومی نظمیں تھیں جب کہ تیسری اشاعت عاشقانہ کلام پر مشتمل تھی۔ بیسویں صدی کی دوسری تا پانچویں دہائیاں سیاسی لحاظ سے قیامت خیز تھیں۔ دو عالمی جنگوں کے درمیانی عرصہ میں مزاحمتی ادب کی داغ بیل پڑی۔ آزادی کے نعروں کے عین بیچ نفرت اور تعصب کی خوب آبیاری ہوئی۔ سامراج سے چھٹکارا اور باہم عناد برصغیر کی مقامی قیادت کا وہ تضاد تھا جس پر محروم نے کھل کر لکھا۔ ایشیاٹک سوسائٹی کے قیام سے کرپس مشن تک ہر انگریزی اقدام معاشرتی اقدار کی جڑیں کاٹتا رہا۔ دوررس نگاہ کے حامل فنکار نے اسی قماش کے ایک ایونٹ کیمونل ایوارڈ کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے کہا:

بھڑکی ہے اس سے فرقہ پرستی کی آگ اور　　　ہر فرقہ اپنی ڈفلی پہ گاتا ہے راگ اور

ڈھیلی ہوئی کمندِ عداوت کی باگ اور	ہے اس کے منہ میں زہر کمیونل ایوارڈ کا
پھنکارتا ہے آج تعصب کا ناگ اور	ہندی ہیں اور زہر کمیونل ایوارڈ کا

قومی و ملی نظموں کا ایک پورا سلسلہ ہے جس میں آزادی کے حصول کے ساتھ ساتھ اس سے جڑے موضوعات کو بھی چھیڑا گیا ہے۔ انھیں نوآبادیاتی نظام کی پوشیدہ خرابیوں کا ادراک تھا اور وہ بجا طور پر اکبر اور اقبال کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں جو عامۃ الناس کو پیش آمدہ خطرات سے آگاہ کر رہے تھے۔

اپنے مولد اور مسکن سے اُلفت اور جڑت بدیہی حقیقت ہے۔ اپنی مٹی سے محبت کے ثبوت ان کی شاعری سے ملتے ہیں۔ ''محروم کا وطن'' نامی نظم میں فرماتے ہیں:

اپنے وطن کی شان میں کہتا ہوں چند	ہر چند شعریت سے ہے عاری یہ سرزمین
دوزخ عزیز اہلِ عقوبت کو ہو اگر	اہلِ جہاں ہمیں بھی ہے پیاری یہ سرزمین

محروم کی خوبی یہ ہے کہ ان کے معرضِ اظہار میں جو بھی مضمون آئے وہ شعریت اور نغمگی سے پُر ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ان کے ایک مجموعے کا ٹائٹل ''گنجِ معانی'' ہے۔ لڑکپن میں غالب سے استفادہ نے ان کی خلاقانہ صلاحیتوں کو چار چاند لگائے اور جب ارتقائی منزلیں طے کی ہیں تو شعروں میں تنوع اور رنگینی میں بھی اضافہ ہوا۔ ''نیرنگ معانی'' مطبوعہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی سن 1960ء کے بارے بابائے مولوی عبدالحق نے رائے دی:

''اس کلام کو پڑھ کر جو گلزار شاعری کے رنگ برنگ پھولوں کو گلدستہ ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ منشی تلوک چند محروم ایک ایسے مقام کے رہنے والے ہیں جسے اہلِ پنجاب بھی ایک گوشۂ دور افتادہ سمجھتے ہیں۔ ان کو زبان پر ایسی قدرت ہے اور ان کے بیان میں ایسی صفائی ہے کہ مدعیان زبان میں بھی ہر ایک کو نصیب نہیں۔''(2)

موت و حیات ازل سے انسان کے لیے معمہ رہے ہیں۔ دنیا کے فانی اور بشر کے عارضی ہونے کا سب کو یقین ہے۔ اس موضوع پر خامہ فرسائی کی تو چند اشعار میں حقیقت، آرزو اور بے بسی کو مجسم کر دیا۔

کتنے ہی استوار ہوں ٹوٹیں گے ایک دن	رشتے یہ جتنے الفت و مہر و وفا کے ہیں
محروم یہ تو مجھ کو بھی معلوم ہے کہ ہم	جو کچھ ہیں چلتے پھرتے کھلونے قضا کے ہیں
کرتا ہوں میں تو صبر بھی اور دل پہ جبر بھی	اشکوں کو کیا کروں کہ یہ خود سر بلا کے ہیں

بچوں کا ادب تخلیق کرنا بچوں کا کھیل نہیں۔ اس لیے دنیا بھر کی دنیا زبانوں کے معدودے چند ادیبوں نے اس پر قلم اُٹھایا ہے اور اردو میں بھی ایسے فنکاروں کی تعداد انگلیوں پر شمار کی جا سکتی ہے۔ محروم کے ہاں اطفال کی نفسیاتی حالت کا بیان اور ان ایام کے تقاضوں کی دلکش تصویر کشی

حیرت انگیز ہے۔ سلیس زبان میں سادہ اور صاف انداز بیان بچوں کے لیے موزوں ترین ہے۔ ان کے مجموعہ ”بہار طفلی“ کے دیباچے میں محی الدین قادری زور نے لکھا ہے:

”اس چمنستان سخن کا ہر ورق ایک دبستان بنا ہوا ہے۔ ہر نظم ایک ایک سدا بہار گلستان کا منظر پیش کرتی ہے۔ شاعر ہر نظم کے موضوع کے ساتھ خود کو اس سلیقے سے وابستہ کرتا ہے کہ وہ بھی بچوں کی برادری کا ایک فرد معلوم ہوتا ہے۔“(3)

ان میں یہ وصف ہے کہ یہ نصابی ضرورتوں کی تکمیل بخوبی کر سکتی ہیں۔ مختلف درسی مدارج میں ان کی شاعری بہترین نتائج پیدا کرنے کی صلاحیت سے مالامال ہے۔ سلاست اور روانی کے ساتھ ساتھ موضوعات بھی شفاف اور پیچیدگی سے مبرا ہیں۔ 1964ء میں ”بچوں کی دنیا“ کے عنوان سے شائع ہونے والے مجموعے پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر سلامت اللہ نے بجا لکھا ہے کہ ”محروم کی نظر میں بچوں کی اخلاقی تربیت کا پہلو بہت نمایاں ہے۔“ علامہ اقبال، اسماعیل میرٹھی، حامد علی آفسر، صوفی تبسم وغیرہ سے کسی طور پر بھی تلوک چند کا (بچوں کے متعلق) شعری سرمایہ کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے کم اہم نہیں ہے۔ بلکہ کئی لحاظ سے فروتر ہے مگر بوجوہ خطے کے طفلان مکتب استفادے سے محروم ہیں۔

فارسی کی طرح اردو میں بھی رباعی ادق صنفِ سخن تصور ہوتی ہے۔ عمر خیال سے لے کر جوش ملیح آبادی تک کے شعرا پر نگاہ دوڑائیں تو حقیقت کھلتی ہے کہ رباعی پر طبع آزمائی ہر کس و ناکس نے نہیں کی۔ فکرِ لطیف اور حسنِ بیان کی آمیزش سے چار مصرعوں میں فلسفیانہ خیال بندی مشاقی اور استادی کا متقاضی ہے۔ تلوک چند محروم نے جو مصری نظم میں بھی اپنا لوہا منوایا۔ شاعرِ مشرق نے ان کے کلام کی اس جہت پر کہا:

”بڑی خوشی کا مقام ہے اب رباعیات محروم کی اشاعت سے اردو شاعری اور خصوصیات اردو رباعیوں کے ذخیرے میں ایک گرانقدر اضافہ ہو رہا ہے۔ جنابِ محروم کی ذات محتاجِ تعارف نہیں، ان کا شمار اب ملک کے نامور اساتذہ سخن میں ہے۔ ان کے کلام کی پختگی اور زبان کی دلآویزی اردو ادب کے ہر شیدائی سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہے۔“(4)

ادیب کی تخلیق میں داخلیت اور خارجیت کا پر تو اس کی طبع اور گرد و پیش کے عوامل سے تشکیل پاتا ہے۔ حالات و واقعات کی سنگینی فنکار کی حساسیت کو متاثر کرتی ہے۔ چنانچہ پیرائیہ اظہار میں تلخی اور انقباض کا در آنا ممکن ہو جاتا ہے۔ کمالِ فن یہ ہے فن پارہ میں قرات کے دوران یہ نقص محسوس نہ ہو اور قاری اس نازک مقام سے بھی بہ آسانی گزر جائے۔ محروم کے ہاں کڑواہٹ اور خشکی بھی لذت و شعریت میں ڈھل کر شیریں ہو جاتی ہے۔ خالص سیاسی نوعیت کے موضوعات بھی شعریت اور نغمگی کے زور پر شگفتہ اور دلکش بن گئے ہیں۔ غرضیکہ انھوں نے جتنی بھی اصنافِ شعری پر طبع آزمائی کی ان میں فنکارانہ اپج کے اعلیٰ نمونے پیش کیے۔ سادگی پر پُرکاری پر داد دیتے ہوئے نیاز فتح پوری نے لکھا تھا:

”یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ حالی کا اثر سب سے زیادہ محروم ہی نے قبول کیا۔ وہی سادگیٔ بیان، وہی لب و لہجہ، وہی صداقتِ جذبات اور وہی سب کچھ جو ایک مخلص دوست کہہ سکتا ہے۔ یہاں نہ مجاہدانہ جوش و خروش ہے نہ سرفروشانہ تبلیغ لیکن صداقت اتنی زیادہ پائی جاتی ہے کہ اس سے متاثر نہ ہونا ممکن نہیں۔“(5)

بلند و بالا فارسی تراکیب، بھاری بھر کم عربی اصطلاحوں اور بھرتی کی سنسکرت لفاظی سے تہی تلوک چند محروم کی شاعری ارضیت کی ترجمان ہے۔ فطری اور روزمرہ بول چال کی زبان میں انھوں نے اردو شاعری کو رفعت عطا کی۔ مٹی کی تاثیر اور جذبے کی سچائی نے ان کے کلام میں آفاقی شان پیدا کی۔ ان کی شاعرانہ عظمت عصرِ حاضر کے ادبی حلقوں اور اکادمیہ کی نظر التفات کی منتظر ہے۔ منشی تلوک چند نے جنم بھومی کے بارے میں کہا تھا:

پوچھیں گے اہلِ ذوق مرے بعد شوق سے　　کیسا تھا کس طرف کو تھا محروم کا وطن

میرے عزیز کاش فقط نام لیں تیرا　　اس کے بغیر کچھ نہ بتائیں میرا وطن

ان کے ہاں فن اور مقصدیت کی حسین آمیزش ملتی ہے۔ خوبصورت تراکیب اور دلفریب اندازِ بیاں سے قاری ایک مسرت آمیز تجربے سے گزرتا ہے۔ معانی کی مختلف تہیں پلٹی جائیں تو تفسیر حیات کے کئی پہلو سامنے آتے ہیں۔ انھوں نے استقامت طبع اور جانکاری سے سخن وری کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ کیونکہ جس طرح کے مضامین بطور موضوع شعر میں باندھے گئے ہیں۔ اس سے ہمیشہ اس بات کا احتمال رہتا ہے کہ فصیح اور شُستہ اسلوب کے ذریعے معنی آفرینی سے بھرپور تخلیقات پیش کی ہیں۔ شاعری میں منطقی استدلال اور اچھوتے پن کا امتزاج اگر دیکھنا ہو تو تلوک کی کلام اس کی بہترین نظیر ہے۔ بیان کردہ واقعات و حوادث میں گہرائی اور گیرائی سامان فکر کا باعث بنتی ہے۔ ان کے مجموعے نیرنگ معانی پر رائے دیتے ہوئے عبدالقادر سروری نے لکھا ہے: ”لیکن نیرنگ میں اُن کا عرفانِ نظر آگے بڑھا گیا ہے۔ مجموعے کے دوسرے حصے چراغ راہ میں اکثر نظمیں وہ بصیرت ہے جو واقعات کی تہہ سے ابھرتی ہے۔“(6)

ان کی تخلیقات اردو ادب کا ایسا سرمایہ ہیں جو قابلِ فخر مباہات ہے۔ ان کے کلام کی تروتازگی اور شگفتگی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سچے اور کھرے فنکار تھے اور ان کا فن آج بھی اتنا ہی Relevant ہے جتنا ان کے زمانے میں تھا۔ ان کے اسی وصف کو اجاگر کرتے ہوئے دتاتریہ کیفی نے کہا تھا: ادب وہ کارنامہ ہے جو جان دار ہوں اور شعور کی سچائی کا جوہر رکھتے ہوں، ان کی قدر اور ہمیشہ برقرار رہتی ہے۔“(7) بلاشبہ تلوک چند محروم خطۂ پنجاب کے ایسے فنکار تھے جن کا شمار جدید اردو نظم کے عظیم شاعروں میں ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1۔ تلوک چند محروم، میسرز عطر چند، کپور اینڈ سنز، لاہور، 1932ء (دیباچہ)
2۔ تلوک چند محروم، نیرنگ معانی، مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، دلی، ۱۹۶۰ء، ص ۱۳
3۔ تلوک چند محروم، بہار طفلی، مکتبہ جامع لمیٹڈ، نئی دہلی، 1960ء، (دیباچہ)
4۔ تلوک چند محروم، رباعیاتِ محروم، مکتبہ دانش، لاہور، 1947ء، (دیباچہ)
5۔ ایضاً، ص ۸
6۔ تلوک چند محروم، نیرنگِ معانی، مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، طبع اول، 1960ء، (دیباچہ)
7۔ جگن ناتھ آزاد، مرتبہ: تلوک چند محروم، ادارہ فروغ اردو، لکھنؤ، طبع اول 1959ء، ص 23

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Tilok Chand Mehroom, Meerza Atar Chand, Kapoor and Sons, Lahore, 1932, Deebacha.
2. Tilok Chand Mehroom, Nairang-e Ma'ani, Maktaba Jamia Limited, Delhi, 1960
3. Tilok Chand Mehroom, Bahaar-e-Tiflee, Maktaba Jamia Limited, New Delhi, 1960, Deebacha.
4. Tilok Chand Mehroom, Rubaiyaat-e-Mehroom, Maktaba Danish, Lahore, 1947, Deebacha
5. Ibid, P-8
6. Tilok Chand Mehroom, Nairang-e-Ma'ani, Maktaba Jamia Limited, New Delhi, 1st Edition, 1960, Deebacha
7. Jagan Nath Azad, Murattaba: Tilok Chand Mehroom, Idara Farogh-e-Urdu, Lucnow, 1st Edition, 1959, P-23